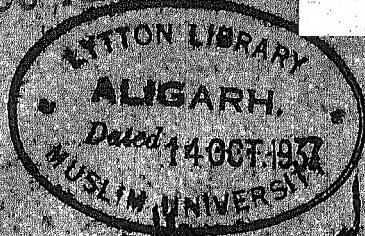


URDU TEXT BOOK



حکایہ سب سے محبوب

از

شیخ جواد حیدر بی بی (میلیم)

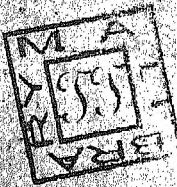
یہ دلچسپ و سنجیدہ داستان سے انتخاب

کر کے مصنف کی اجازت سے شائع کیا جاتا ہے

باہتمام اسحاق علی حسینی

الک و ہتم

الناظر پریس لکھنؤ میں طبع ہوا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

اردو زبان کا مکمل کتب خانہ

اکثر شہر آبادان ملک کو یہ سکاوت کرتے سنتے تھے کہ اردو زبان اول تو جملہ علوم و فنون کی کتابیں نہیں ہیں اور پھر بھی یہ تم ہو کہ حقدار علی وجہ کی کتابیں بیچ رہی ہیں اگلی فراہمی نہایت دشوار ہے۔ اور تو اور شہر موصوفین کی جملہ تصانیف بھی آپ کسی ایک دوکان یا شہر میں نہیں خرید سکتے۔ خواجہ لطاف حسین خاں - مولانا ذرا احمد مولوی محمد حسین آزاد - علامہ شبلی نعمانی - شہزادہ دوکے عسکر اربعہ مانے جاتے ہیں مگر آب جاہن کے کسی سے بڑے ماجر کتب کی دوکان ہے۔ یاہندوستان کے کسی بڑے شہر میں ان کی جملہ تصانیف یا کم سے کم تمام شہور کتابیں ہی مل جائیں تو "ابن خیال ست و محال ست و جنون"

گنتی کے چار تو مصنفین ہیں جن کی تصانیف کی تعداد سب سے زیادہ ہیں اور یہ بھی کسی ایک جگہ شہر میں نہیں آئیں کوئی اردو کا کتب خانہ کہاں سے قائم کرے غرض کہ یہ اور اسی قسم کے مایوس کن خیالات دو ایک نہیں بلکہ صد ہا تعلیم یافتہ اور علم دوست اصحاب سے سنے تھے جن کی فکر مجھے بحیثیت ایک اردو کے ادبی خادم ہونے کے خیال پیدا ہوا کہ جہاں مادرِ نبی زبان میں جدید تصنیفات و تراجم کی تباہی و شاعت کے لیے علمی مرکزوں اور مجلسوں کے قیام کی ضرورت ہے۔ وہاں کم سے کم ملک بھر میں کوئی کارخانہ ایسا بھی ہونا چاہیے جو اصحابِ ذوق و ادب کے لیے ضرورت کے وقت اردو کی تمام اعلیٰ درجہ کی کتابیں فراہم کیا کرے۔ یہ کام جتنا اہم اور ضروری تھا اتنا آسان نہ تھا تاہم چند سال ہوئے کہ چند کا نام لیکرہ الناظر ہٹ بھیجی ہوئی، نے اس کے سر انجام کا تہ کیا۔ اور اگرچہ بھی تکلیف کا

M.A. LIBRARY, A.M.U.



U3311

تین کمرے میں نہایت حسین حالت میں بیٹھا تھا، میر پر
ایک کاغذ کو اٹھاتا تھا، اُسے پڑھتا تھا، پھر رکھ دیتا تھا، پڑھتا تھا،
ٹھنڈا سانس بھرتا تھا، پھر رکھ دیتا تھا۔
یہ لیلے کا مار کو نیکراٹھ تھا، جو ابھی ابھی اُسے ملتا تھا، میں کل
موٹر کار پر سیر و سیاحت کی غرض سے ایک ہفتہ کے لیے جادو گئی؛
ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ جنگل کی خشک ہوا، میری صحت کے
لیے مفید ہوگی۔ خدا حافظ، تھاری میلی۔

بات یہ تھی کہ قدرت نے۔ اس ستم ظریف رحمت ناشناس
قدرت نے جو ہم سب کو اپنا بازو بچہ بنا لے ہوئے ہے۔ بچا رہے
۱۰ بغیر تار کی تاب برقی۔

قیس عامر کو پھر نجد میں لایا تھا یا تھا؛ مگر کس نجد میں؟ اُس نجد میں نہیں
جو قیس بھولے، سچے قیس کے زمانہ سے لیکر ۱۹۷۸ء تک تھا،
اُس نجد میں نہیں جس میں آج تک قیس کی روح شادان و فرحان پھرتی ہو،
کیونکہ وہ اب تک نجد میں اپنے زمانے کے صحرا، اپنے زمانے کے
ٹیلے، اپنے زمانے کے غزال، اپنے زمانے کی صبا، اپنے زمانے کا
ناتمہ، اپنے زمانے کے ساربان پانی ہے؛ بلکہ اُس نجد میں جس میں اب
ریل تھی، تار تھا، نوٹر کار تھی، ٹراموے تھی، ترقیان تھیں، مسیتیں تھیں۔
اُس نجد میں۔ اس تبدیل شدہ جولا گاہ وحشت میں۔ جس میں
اُس نے اپنے عشق اور جنون یا یہ الفاظ دیگر عشق یعنی جنون یا جنون
یعنی عشق کے دن کس آزادی سے کاٹے تھے؛ اب وہ پیدا ہوا تھا،
اور وہ ہی اکیلا پیدا نہیں ہوا تھا؛ قضا و قدر کو اپنا مذاق پورا کرنا تھا ایسے
عین اُس زمانہ میں ایسی بھی پیدا ہوئی تھی۔

جن صحراؤں میں وہ غزالوں کو پکڑ پکڑ کے اُن کی آنکھیں چوہا کرتا
تھا، کیونکہ وہ ایسی کی آنکھوں سے مشابہ تھیں، اُن صحراؤں میں اب وہ
عقربت جو آگ کھاتا ہے اور دھواں اُگلتا ہے، پھنکارین مارتا ہوا وہ

بل کھانا ہوا، رات دن پھرتا تھا، اور ان بھولے لیلیٰ صفت غزلوں کی
 پریشان کیے ہوئے تھا اور اپنے مجنون کے پاس آنا کیسا انسان کی
 صورت سے بھڑکتے تھے اور اُس کی کلفت بار تر قیون کی نشانیوں سے
 بھاگتے پھرتے تھے، قیس کو قضا و قدر کی طرف سے کبھی کبھی یہ علم مل جاتا
 تھا کہ وہ دہی پُرانا قیس ہے، اور اُس وقت وہ اُس زمانہ کو یاد کرتا تھا کہ
 ماتے کے پیچھے دوڑا دوڑا جا رہا ہے محل میں لیلیٰ ہے، نہیں جلی،
 تو بھی یہ خیال اُس کے دل کو خوش کر رہا ہے کہ شاید اُس کے اندر
 لیلیٰ ہے، یا اب بھابھ لیلیٰ کا یہ تار ہے کہ اس کی خرم صبر زبانی گرا رہا
 ہے، اچھا ہانہ کر کے چل دیں، جانتی ہیں کہ میں تعاقب نہیں کر سکتا
 یا اللہ! تو نے حسینوں کو ظالم بنایا تھا، تو عاشقوں کے شانے کے لیے
 نئی نئی ایجادیں تو نہ کرائی ہو تیں، مجھ خستہ جان کے لیے تیر منگنا
 ناقہ ہی کیا کم تھا، کہ اب تو نے موٹر کار ایجاد کر دیا صبح دوپہل دنگی اور
 مین، مین اس شہر میں پڑا سڑا کر دن گا، اوستم ایجاد لیلیٰ، او عاشق کش
 لیلیٰ، ریل مین بھی بیٹھ کے تو نہیں گئی کہ میں اُسی ٹرین میں بیٹھ جاتا، یہ
 کہا اور پھر ہاتھوں میں اپنا منہ چھپا کے سوچنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد اک دم اٹھ کھڑا ہوا، اور میز پر جا کے نوکر کو بلانے کے لیے برقی گھنٹی بجائی، دس سیکنڈ گزرے ہون گے کہ دوسری مرتبہ اور زور سے گھنٹی بجائی۔

نوکر بڑبڑاتا ہوا: خدا خیر کرے، اب تو وقت بی وقت گھنٹیاں بجاتے ہیں، یہ کدوھی رات، سب سو رہے ہیں، دن بھر قیون ہی مجھے بلیج نہاتے رہے، اس کو نہ لکنا، ہزار آکھ لگی تھی، کہ لیجیے پھر یہ گھنٹوں کا تار بندھ گیا۔ میں باز آیا، اس نوکری سے، اگر ایک ہفتہ اور رہا تو میں بیمار پڑ جاؤں گا۔ سبحان اللہ اچھا عشق ہے کہ نہ خود چین لیتے ہیں نہ کسی کو چین لینے دیتے ہیں، کمرے میں داخل ہوا اور کہا: ”حضور کیا ارشاد ہے؟“

”ارشاد کیا ہے، گھنٹیاں بجاتا بجاتا عاجز ہو گیا، تم سنتے ہی نہیں کان میں روٹی ٹھوس لی ہے یا کیا؟“

”خداوند غلام تصور ہوا ہے، مگر حضور ہی دکھیں یہ گھڑی لگی ہوئی ہو، ایک بج کے میں منٹ آئے ہیں، اس وقت میں نے ہزار چاہا کہ آنکھ کھلی رکھوں مگر جھپک ہی گئی۔“

”اچھا، بہت باتیں نہ بناؤ، حاجی جاسم و اخوان کی دوکان چرباؤ“

میری طرف سے بہت بہت سلام کہنا اور کہنا کہ ۲۵ گھوڑوں کی طاقت
دلی موٹر کار ایک ہفتہ کے لیے کرایہ پر چاہتا ہوں۔ ڈرائیور کے لیے
جانا ہے۔ فی الحال تو کرایہ میرے پاس نہیں، وہی پرانٹارالڈان کا
کرایہ فوراً ادا کر دوں گا۔

”حضرت! اس وقت دوکان کہاں، حاجی جاسم کبھی کے گھر میں
جا کر سو رہے ہونگے۔“

”حاجی جاسم نہیں تو قبر علی احمد شکر کا ہم کے ہاں جاؤ۔“
”حضرت! ناراض نہ ہوں! یہ اس قسم کی دوکانوں کے کھلے رہنے
کا وقت نہیں ہے، شاید حلوایون کی دوکانیں اور ایک آدھ تھوہ خانے
اس وقت کھلے ہوں، ورنہ ساری دنیا سو رہی ہے۔“

”جانا لائق، دور ہو جا، مجھے جواب دینا ہے، عقل سکھاتا ہے
بے ادب کہیں کا۔“

نوکر خلاصی پانے کی ترکیب سمجھ ہی رہا تھا، اس ناراضی سے
دل میں نہایت خوش ہوا، چپکے سے باہر آگیا اور اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا۔
تھوڑی دیر تو قیس کل نوکر دن کی جنس پر ان کی بیچ دنیا پر لعنت

بھیتا رہا۔ ایک بھی نوکر ٹھٹھک سرے کا نہیں ملتا جس کام کو
 کو میں منجھتا لیکن جو حکم دو اس سے نیچے کے لیے بہاؤ چھوڑ لیکن
 پھر کچھ غصہ شروع ہوا تو خود خیال آیا: "نہیں تو بلال کا کہنا ٹھیک تھا،
 اس وقت بھلا کون دوکان کھلی ہوگی، اور کھلی بھی ہوئی تو کیا قافلہ سلاطین
 کی سختی کے طفیل میں کوئی دوکاندار قرض نہیں دیتا، اور اگر میں خود اس سے
 یہ خواہش کروں کہ موٹر کار خرید دیکھے تو وہ کیا اس خواہش کو پوری کرے گی
 رد اواد ہونگے، ہرگز نہیں، کس شکل سے تو انھوں نے بالکل خریدے
 دی تھی۔ اب کس منہ سے موٹر کار کی فرمائش کروں لیکن اسے میری قیمت
 میں نے بالکل خریدی تو ایسی نے موٹر کار پر توجہ کی۔ میں کسی طرح بھی
 اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا، وہ اتنے بڑے گھرانے کی بیسے نازوں کی
 بیٹی کہ جس کے ایک اشارے پر سیکڑ دن ماما میں، خدائیں دو طری
 آتی ہیں، بھلا مجھے کب خاطرین لاسکتی ہے، یہاں نصیب میں ایک
 بلال ہے وہ بھی بڑھا سٹ۔ یہ بھی ہم مکتبی کے حقوق کا خیال ہو،
 جو وہ مجھ قیمت کے اسے پر اتنی توجہ توجہ کیسی، اتنی عنایت، میں
 عنایت کا کب سے متحق ہو گیا اتنا رحم کرتی ہے کہ کبھی بھی ایک غلط انداز

سے مجھے دیکھ لیتی ہے۔ آہ لیلا! میں میرا شکریہ ادا نہیں کر سکتا، تو نے
 مجھے تار بھیج کے اپنے ارادے سے اطلاع دے دی! اگر بغیر اطلاع فیے
 ہی چلی جاتی تو میں کیا کر لیتا، موٹر کار کی آمد زوہشت! میں بھی کیسا
 بیوقوف ہوں، آج وہ موٹر کار پر سوار ہو کر جاتی ہے تو میں موٹر کار کے لیے
 مر رہا ہوں، اچھا اگر کہیں کسی ضرورت سے اُس نے کل اسپیشل ٹرین
 چھڑادی تو میں اسپیشل ٹرین کہاں سے لاؤں گا۔ کیون جناب قیس
 صاحب! اب آپ سمجھے، آپ زیادہ ریس نہ کیجیے، ایاز قدر خود شناس
 اس طرح قیس اپنے دل کو سمجھانا تھا؛ قہوڑی دیر تو وہ ساکن بیٹھا،
 لیکن پھر نہ بیٹھا گیا۔ آدمی رات، گھر بھر میں تناٹا دتیس کے والد نے ایک
 مختصر سا گھر اپنے گھر سے ملا ہوا قیس کو دے رکھا تھا، مگر قیس کو سٹے سے
 اترنے کے نیچے آیا، اور ایک کمرے میں جو کبار خانہ تھا، جا کر چیردن کو اسٹ
 پلٹ کرنے لگا۔ ڈیڑھ دو گھنٹے کی محنت کے بعد اپنی بالکل کوتاہی وغیرہ
 ڈال کے درست کیا، اور نہایت بتیابی سے صبح کا انتظار کرنے لگا۔
 پوچھی، اور قیس بالکل پر سوار گھر سے نکل کھڑا ہوا۔

(۲)

قیس بائسکل پر سوار مگر سے بھل کھڑا تو ہوا، لیکن شہر سے باہر پہنچ کر
 ہی سوچنے لگا کہ مہر جاؤں "مختلف شرکین مختلف سمیٹوں کو جا رہی تھیں،
 کہ مہر جانا چاہیے، یہ ظاہر ہے کہ اُدھر جانا چاہیے جدھر لیلیٰ گئی ہے
 مگر خود لیلیٰ کس طرف گئی ہے؟ اسکا کس طریقے سے پتہ لگائیے، لیلیٰ
 کے گھر جا کر دریافت کرے؟ مگر وہاں تو اُس کی نذر پرانی خاص طور پر
 ممنوع ہے، یہی تعجب ہے کہ وہ کس طرح تار بھیج سکی؛ پر یوں ہی تو وہ
 خط جو اُس نے، اُس کے نام بھیجا تھا، واپس آگیا تھا، اور اُس پر
 سیلے اسکے والد کے ہات کا یہ لکھا ہوا تھا: قیس کو معلوم ہو کہ باوجود منع
 کرنے کے خط بھیجے جاتا، اُس کے حق میں مفید نہیں ہوگا وہ متنبہ کیا جاتا ہے
 کہ اس قسم کی بے سود اور غیر شریفانہ کوششوں سے باز آئے، باوجودیکہ
 اُس نے لفافہ پر اپنا نام نہیں لکھا تھا، نہ اندراپنا نام لکھا تھا، لیکن لیلیٰ
 کا باپ اور اسکا خاندان نہایت ہوشیار تھا؛ اور اُس کا خط پہچان لیا
 جاتا تھا، آہ! اس خط کے کپڑے جلنے پر نہ معلوم چپاری لیلیٰ پر کیا کیا ستم
 نہ اٹھائے گئے ہونگے، مگر وہ ری عاشق نواز لیلیٰ! تو نے پھر بھی جادہ و فنا

سے قدم نہ ہٹایا اور نہ معلوم کن خطرِ دین پڑا اور خدا ہی جانتا ہے کہ کن مصیبتوں کا سامنا کر کے وہ تیار بھیجا۔ لیکن جہاں اتنی عزایت کی تھی کہ اپنی روانگی سے اطلاع دی تھی، وہاں سمت سفر سے بھی اگر مطلع کر دیتی تو بندہ احسان اور احسان مند ہوتا، ہاں مگر وہ تو خود نہیں چاہتی کہ میں تعاقب کروں، کیونکہ اس تعاقب کا نتیجہ میرے لیے اور اُس کے لیے بھی اچھا نہیں۔ کچھ ہو، مگر مجھ سے قواب گھر میں بیٹھا نہیں جاتا، ہاں جاؤں گا ضرور، چاہے اُس سے کوسوں دور ہوں، تاہم پھر وہی سوال ہے، جاؤں کس طرف کو؟

اس کشمکش میں اس بقراری میں، کبھی اس طرف کو دیکھتا تھا، کبھی اُس طرف کو، کہ باد صبا۔ جو زمان سابق میں لپٹی کی زلفِ عین سے شیمم جانفزا لیا کرتی تھی۔ اپنے ایک جھونکے میں مٹی کے تیل کی بولائی قیس مارے خوشی کے اُچھل پڑا۔ اہا پتہ لگ گیا، اسی طرف سے گئی ہن، پُردل کی بوصات کئے دیتی ہے۔ اب ایک منٹ ٹھہرنے کا وقت نہیں ہے اور یہ کہہ کے اپنی پوری طاقت سے بائسکل چلانی شروع کر دی۔

مگر جس طرح پیادہ پاقیس ناقہ سوار، محل نشین سیلی کے ساتھ نہیں چل سکتا تھا، اسی طرح یا سکل سوار قیس، موٹر سوار سیلی کے کی گرد تک کو نہ پہنچ سکا۔

لیکن تھکن کیا شے ہے، ناامیدی کیا چیز ہے، اُسے نہ جاننے والے قیس کے لیے یہ کوئی اہم بٹھا دینے والی بات نہ تھی۔ وہ برابر جا رہا تھا، مولے کی وہ پروا نہ کرتا تھا؛ ایک جگہ راستہ درست کیا جا رہا تھا، ٹرک پر پتھر دن کے ڈھیر لگے ہوئے تھے، پتھر کوٹنے کا انجن، اپنی بجادی بھر کم چال سے ادھر سے ادھر، ادھر سے ادھر، پھر پھر کرتا ہستہ خرام بلکہ غرام۔ زیر قدم ہزار سنگ است کی تفسیر کر رہا تھا۔ راستہ تیسرے بے بند کا حتمہ لگا ہوا تھا مگر قیس بگڑے ہوئے ہی پر سے اپنی بائسکل لے گیا۔ تھوڑی دور گیا ہو گا کہ بائسکل کی گھنٹی بگڑ گئی، اُس کو پریشانی تھی کہ بغیر گھنٹی کے کس طرح گزر ہو گا۔ ٹرک پر پھیلے آؤٹ، گالے، بھینس، قطار در قطار ملتے تھے، اگر گھنٹی یا بلوائنگ ہون نہ ہو تو بائسکل چلنا ناقصاً غیر ممکن ہو گا، کہ اتنے میں ایک گاؤں والا نظر پڑا جو ٹوکریے میں چتر لے لے لے کر سوٹھتی ہوئی بائسکل پر لگی ہوئی ہوا درجے دبا کر بائسکل مولو کو گونہ کرتے ہیں ۱۲

بطون کو رکھے لیے جا رہا تھا۔ بطون کی "قین" "قان" سے کان بڑی
آواز نہ سنائی دیتی تھی۔ دیوانہ بکار خوش ہشیار۔ قین کو فوراً ایک
ترکیب سوچی، چھکانوں والے کو آواز دے کر ٹھہرایا۔ اور اس سے
بطون کا ٹوکرا خمریکہ سیٹھال پر باندھ لیا۔

"قین قان قین قان" قین، قین، قین " راستہ بطون تک صاف
تھا، ٹرک چکر کھاتی ہوئی دو ترک جا رہی تھی، صبح کا، بجلی کی صبح کا
رہنڈن یا کھلنے کی ٹھکانہ تھنے والی صبح کا، قین، سہانا وقت تھا، احمد
رگستان کی ٹھکانہ اور ٹھکانہ ہی ہوا۔ وہ ہوا، جوابتی صفائی کے لگا تھا
سے ان مرطوب بادلوں والی ممالک متحدہ دیار وہ کی، عواموں پرستی
ہو، وہ ہوا جو عاشق حلاج، شاعر طبیعت، ذہن دوست، موت سے
نڈرا آدمی، اور شرف بخش حیوانیت یعنی اخیل اور شریعت گھوڑے پالتی
ہے، وہ ہوا جو راجہ تانہ میں راجہ پوت جیسی غمور اور حجاز اور نجد میں
عرب جیسی شمع قوت پیدا کرتی ہے۔ سائین سائین چل رہی تھی، نیم صبح
قین کے پڑنے دوست، بطون کو رجو ٹرک کے دونوں طرف لگے
ہوے تھے، ہمارا ہی تھی، بطون راستہ میں، قین کے شرف میں اپنے

پُرا نے دوست قیس کے اعزاز میں پھول بکھا رہے تھے قیس کی
 بالیکل اس زور سے جا رہی تھی پھیلے اس تیزی سے جگر کھا رہے
 تھے کہ پھول کی تیلیاں نظر نہ آتی تھیں، بلکہ ایک مسطر دائرہ گھومتا نظر
 آ رہا تھا۔

طرک پر سناٹا تھا، بس کہیں کہیں بیچ ٹرک میں گامری اپنے اگلے
 بیخون میں کوئی بیچ لیے ترقی نظر آتی تھی، لیکن اس بالیکل سوارداشت
 کو دیکھ کر چاک چاک گویا "جائیے جائیے" اپنے محبوب کی تلاش میں جا بیٹھے
 مگر مجھے تو نہ تسلیے، "کتنی ہونی بول کے درختوں پر چڑھ جاتی تھی۔ یہ
 جان بخش ہوا، یہ سان قیس کو بھی متاثر کیے بغیر نہ رہا۔

سواری کی ریاضت سے خون رگون میں تیزی کے ساتھ دوڑ رہا
 تھا، چہرے پر سرخی تھی اور دل بے اختیار کچھ گاسنے کو چاہ رہا تھا، تھوڑی
 دیر تک تو قیس بیٹھی بجا بجا کے دل کی خواہش پوری کرتے رہے پھر
 یکایک پوری آواز سے لاپنے لگے۔

دست اطلب ارم ناما کام من برآید یا تن رسد بہ جانان یا جان من برآید
 کہ دہر رنست

قیس کے قدیم دشمن نے اپنا کام کیا: خانیخلان نے بالکل کے
 ربرٹین سوراخ کر دیا، اور اس طرح اپنے پرانے فرض کو بہ حسن ظہور
 انجام دیا۔

قیس کے نوے نوے پر یہ اُسکا انتقام تھا قیس کی کٹنی اُٹھ گئی تھی
 اور بالکل ٹوٹ گئی تھی۔

(۳)

ان نصیبوں پر کیا انحرش ناس آسمان بھی ہجو ستم ایجاد کیا
 یہ شعر تو نہیں مگر اس شعر کے ہم معنی خیالات کا ہجوم قیس کے دل و
 داغ پر جو رہا تھا، کیونکہ یہی مصیبت کیا کم تھی کہ بیلی کی محبت اُسے چین سے
 نہ بیٹھنے دیتی تھی، اُس پر مصیبت مزید یہ کہ کبھی کبھی اُسے اس کا علم ہو جاتا تھا
 کہ وہ اپنی کھلی زندگی کی تکرار کر رہا ہے، اُس پرانے زمانے کو کبھی شکل میں
 دوبارہ رہا ہے۔ اُس کے آئینہ قلب پر ہزار برس قبل کے نجد اور اُس قدیم
 نجد میں اُس کی قدیم زندگی کا انعکاس ہوتا تھا، یہی نہیں ہنر شرقی ملک
 لٹریچر میں، فسادوں میں، نظم میں، نثر میں وہ اپنے تئیں جلوہ گر پاتا تھا،
 کہیں اُس کے ساتھ استہز کیا جاتا تھا، کہیں ہمدردی ظاہر کی جاتی تھی

کہیں اُسے جھوٹا قرار دیا جاتا تھا، کہیں کچھ کہیں کچھ۔ وہ ان سب کو پڑھتا تھا اور خون کے گھونٹ پی پی کر رہ جاتا تھا۔

یوں تو اکثر اُسکے دل پر چوٹ لگانے کے لیے کوئی نہ کوئی چیز موجود ہو جاتی تھی، لیکن آج ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کل دنیا نے اُسے ستانے کی سازش کر لی تھی۔

دہلی کے سولی ٹری ہوٹل میں بیٹھا ہوا تھا، بہار کا موسم تھا، یعنی جاڑا جا چکا تھا، اور ابھی گرمی کی گڑا گرمی شروع نہ ہوئی تھی۔ یہ موسم ہندوستان کی سیر کے لیے بہت مناسب ہے، قیس اس سے اچھی طرح واقف تھا، کیونکہ اس سے قبل کئی مرتبہ اپنی خواہش سے، افریقا کے اصرار سے، ڈاکٹر ون کی رائے سے، وہ ہندوستان اور دوسرے ملکوں کی سیاحت کر چکا تھا۔ اس دن وہ ڈاکٹر ون کے حکم سے جنھون نے اس کی بائشکل کی چوٹ کی وجہ سے پٹلی کے تعاقب نہ کر سکنے سے جو مزاج میں حد درجہ کی وحشت پیدا ہو گئی تھی۔ اُس کے علاج کے لیے سفر ہندوستان تجویز کیا تھا یہاں آیا ہوا تھا۔

یہ موسم دنیا بھر میں دلکش ہوتا ہو، ہر جگہ زمیت بخش عالم ہوتا ہے،
 پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہندوستان خدا کے دیے ہوئے لوح پر دوست نظر
 اُس کی عطا کردہ برکت نہایت دجادات کی نعمتوں کے علاوہ ہر خوبی کو
 اپنے ہاتھوں کھولے دینے والے ہندوستان میں نیچر کے جہرہ پر
 خادہ حسن نہ پھیر دے۔

تیسرا پہر تھا، تیس ہولی میں اپنے کمرے کی کھڑکی کھولے بیٹھا ہوا،
 اخباروں کو پڑھ رہا تھا، اور تھوڑی تھوڑی دیر میں اخباروں کو مینبر پر رکھ کر
 ٹرک پر آنے جانے والوں کی سیر کر رہا تھا۔ پائیز کو پڑھ چکا، تو اُس نے
 پیسہ اخبار اٹھایا اور پڑھنا شروع کیا:

”ہم اس کے کہنے میں ذرا سا بھی تامل نہیں کرتے کہ.....“

صاحب کا زمانہ اپنے پیشرو کے زمانہ سے نشاء السہتر ہو گا۔ وہ کھچلی
 غلطیان، وہ ہماری قوم کو تہ و بالا کر دینے والی غلطیان، وہ شاید ہمیں امید
 کرنا چاہیے کہ یقیناً اُن کے زمانہ میں سرزد نہ ہوگی۔ قوم کی سرداری
 آسان کام نہیں لیکن اس شکل کام کو..... صاحب تبار اللہ
 ابھی طبع انجام دینگے۔

دور مجنون گذشت نوبت است

ہر کسے پنج روز نوبت دوست

قیس آگے نہ پڑھ سکا، اس شعر نے اُس کے قلب اُسکے جگر گاہ
تک جا کر اُس کے حیات خفہ کو جو اس سفر میں اُسے اس قدر تار ہے
تھے پھر جگا دیا، یہ عمر میں پہلی دفعہ نہ تھی کہ اُس نے یہ شعر پڑھا ہو، لیکن
اس پر ان دو مصرعوں کا اثر کچھ اور ہی ہوا، کیونکہ آج اُسے پھر یہ علم ہوا تھا
کہ وہ وہی پُرانا قیس ہے۔ اور اُس نے کہنا شروع کیا: کہتا ہے، ہر کسے
پنج روز نوبت دوست، یہ نہیں سمجھتا کہ جس مجنون کے زمانہ کو وہ ختم سمجھتا ہو، وہ نصیب
اپنی زندگی، اپنی مصیبت بھری زندگی پھر کاٹنے پر مجبور کیا جا رہا ہو اور مدفعہ
کسی کو یقین بھی نہیں آتا کہ یہ وہی پُرانا قیس ہے۔ اس لیے کوئی اس سے
ہمدردی نہیں، کوئی اس کے حالات پر توجہ نہیں کرتا، ہر کسے پنج روز نوبت
دوست بلا ہے۔ میں تو جکی نوبت ختم ہو گئی تھی۔ سیکڑوں برس کے بعد
پھر اُسی سلسلہ زلف کا اسیر، انہی بڑیوں کا قیدی کر دیا گیا۔

قیس کے داغ میں یہ خیالات گزر رہے تھے کہ اُس کے کان میں
ایک آواز ایک پتلی آواز جو صاف بتا رہی تھی کہ یاڑے کی ہو یا کسی عورت

کی پہونچی؛ اور اُس نے سڑک پر نظر ڈالی۔ دیکھا کہ ایک تیرہ چودہ برس کی لڑکا، معمولی نوکروں کے کپڑے پہنے ایک ہاتھ سے گیندا اچھال اچھال کر دوسرے ہاتھ میں لیتے ہوئے اپنے آقا کے کسی کام پر یا کوئی پیغام یا پیغام کا جواب لینے جا رہا ہے اور نہایت مزے کے سون میں گاہ رہا ہے:

داستان میری سنو قصہ بخون نہ سنو

وہ بھی کیا قصہ کہ جسکی کوئی بنیاد نہ ہو

قیس ایک دم پاؤں زمین پر مار کے اٹھ کھڑا ہوا، اور کمرے میں ٹہلنے لگا اور اپنے دل سے نہایت غصہ میں باتیں کرنے لگا: اور لیجئے وہ بھی کیا قصہ کہ جس کی کوئی بنیاد نہ ہو؛ تو یہ کرب مفارقت، یہ صحرانوردان یہ آہن، یہ نالے، جو میں نے وہاں کیے یہ سب فرضی ہی تھے؛ گویا میرے پانوں میں پچھالے پڑے ہی نہیں؛ گویا ان چھالوں کو کبھی کسی کانٹے نے پھوڑا ہی نہیں۔ ہان، ہان یہ سب غلط، اور یہ جزاؤں ان کا قصہ صحیح۔ بیشک آپ کا قصہ صحیح۔ اس میں شبہ کی گنجائش نہیں بیشک صحیح ہے کہ کل آپ کی تینگ کٹ گئی تھی، اور اُس کے

ساتھ آپ کے بلٹھے کی ڈور بہت سی چلی گئی، جبکہ آپ کو بہت تعلق ہو۔
 بیشک صحیح ہے کہ کل گولیاں کھیلنے میں آپ ہار گئے، اور آپ کے
 رفیق سے آپ کی خوب لڑائی ہوئی اور اُس نے آپ کو دھپایا،
 جس سے آپ آدھ گھنٹہ ردیا کیے اور جہاں آپ آقا کے پاس آئے
 تو اُس نے بھی اتنی غیر حاضری پر آپ کو خوب سارا۔ بیشک آپ کا قصہ
 ترجمہ انگیز ہے اور سیری کہانی بھل اور بے معنی ہے۔ کسی کے سننے کے
 لائق نہیں۔ سینے کے لائق کب ہوئے اصل ہے بے بنیاد ہے نہیں
 نہیں، تم قحبے سمجھ لا پ رہے ہو۔ اصل صنف صاحب کی خدمت میں
 عرض کرنی چاہیے کہ بیشک آپ نے جو فرمایا درست ہے، کوئی شک
 نہیں کہ آپ کا قصہ صحیح کہ مگر میں کل رات سالن فراسا جل گیا تھا، وہ
 آپ کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے سارا کھانا زمین پر پھینک دیا،
 اور اپنی بیوی کی اچھی طرح خبر لی، وہ بیچاری سینک سینک کے
 روتی رہی آپ اپنی جیب میں پرچہ غزل ڈال کر شاعرہ میں تشریف
 لائے اور نہایت فخر سے غزل پڑھی، چاروں طرف سے داد واکے
 طوفان خود افزا میں آپ اور آپ کی غزل غرق ہو گئی۔

اس شعر پر آپ نے خاص طور پر داد طلب کی اور آپ کو حسبِ لامر
حسب الطلب خاص طور پر داد ملی:

”داستان میری سُنو قصّہ مجنون نہ سُنو
وہ بھی کیا قصّہ کہ جس کی کوئی بنیاد نہ ہو“

آج تمام دنیا نے اُسے ستارے کی سازش کر لی تھی آج کا دن
ان لمون مین سے تھا جب ظالم قضا و قدر اُسے اس بات کا عِلم
دیدیتی تھی کہ وہ دہی پُرانا قیس ہے! اور پھر آہ۔ پھر چورگ زن کہ
جترج و مرہم نہ است۔ یہ عِلم اُس سے چھپن لیتی تھی! قضا و قدر کی گھیلیاں
تھیں وہ ایک ہاتھ سے خنجر پھونتی تھی دوسرے ہاتھ سے اُس پر مرہم
رکھ دیتی تھی۔

آج خنجر پھوننے کا دن تھا۔ آج اُسکے اُمینہ دل پر اُس کی پُرانی
زندگی کا وہ ہزاروں برس قبل والی زندگی کا انکاس ہو رہا تھا، اور مین
جس وقت اُس کے قلب پر اسکی زندگی کا انکاس ہو رہا تھا، دنیا کی ہر شے
اُس کے دل پر جان جان کر چوٹیں لگا رہی تھی وہ اُسکے کے شعر سے
ہی بہتا یا ہوا تھا، اور ہوش کے کمرے میں ٹپل ٹپل کے یہ باتیں کر رہا تھا

کہ ایک اور آواز سنائی دی۔

ایک یکہ والا، گھوڑے کو شترانہ شترانہ ہنڑا رہا، بے تحاشا
بھگتا، گویا اپنے تین یار کی دیوار سے جھک رہا اور جھک رہا ہو سکے
لجائے کی کوشش کرتا ہوا یہ گارہ تھا:

ہم تو مرین گے یار کی دیوار کے تلے

مخون کو تھا جنون جو بیا بان میں رہ گیا

اس شعر نے، قیس کے خیالات کی زد کو دھماکا اور طعن لجانا شروع

کر دیا: ارادہ نہایت عمدہ ہے، خدا اُس کے ارے میں برکت دے اور

اُسے یار کی دیوار کے تلے مرنا نصیب ہو، لیکن خود وہ (قیس) بھلا

اس خوش نصیب کی کب توقع کر سکتا تھا۔ اُس وقت بھی اُس ہزاروں مس

قبل وے زمانے میں بھی دیوار کے تلے مرنا کیسا، سایہ دیوار میں بیٹھنے

کی اجازت تک نہ دی جاتی تھی۔ اور اب تو حالت اُس زمانہ سے

برہنہ ہو چکی۔ پہلے تو صرف اہل خانہ مانع ہوتے تھے، اب اہل خانہ

مانع نہ بھی ہوں تو سیو سیو بیٹھی نہ اُسے بیٹھنے دیکھی، نہ وہاں بستر بچھانے

دے گی۔

”ہم تو مرنیکے یار کی دیوار کے تلے“ دیوار کے تلوں پر ٹھیکر دم توڑ دینا“
 شاید ہندوستان میں ممکن ہو تو ہو، متمدن، سوسپلٹی ظالم، پابند قانون
 سوسپلٹی والے نجد میں تو ممکن نہیں۔ صرت ایک طریقہ مرنے کا اور ہی
 لیکن وہ خود اختیاری نہیں، وہ دیوار کی عنایت پر منحصر ہے، یعنی
 جب وہ یار کی دیوار کے تلے سے گزرتا ہوتا ہو، تو وہ یعنی یار کی دیوار
 لطفاً و مرحماً اُس پر گر پڑے، اور اس طرح وہ دیوار کے تلے۔ و بک
 مر جائے۔ لیکن یہاں بھی وہی ظالم سوسپلٹی کا پاؤں اڑا ہوا ہی دل تو
 اہل خانہ خدا کے فضل سے ہمیشہ مکان کی مرست کر اسے رہتے ہیں،
 بالقرض وہ بھول بھی جاتے تو سوسپلٹی، اگر کسی دیوار کو خطرہ کی حالت میں کھتی
 ہو تو وہ اُسے گروا کے نئی اور مضبوط دیوار بنوا دیتی ہے۔

اس طرح یکو والے کے طعن نے جو اُس کے دل پر چھی لگائی
 تھی۔ اُس کی چھین کو گھٹانے کی، (اس کے نے جو چہرے لگائے تھے،
 اُن کی سوزش کو کم کرنے کی، منطق اور دلائل سے کوشش کر رہا تھا،
 اس ہجوم طعنہاے شعرا کے مقابلہ میں جو اُس نے اپنی قوت صرت
 کی تھی، اُس سے وہ تھکا ہوا معلوم ہوتا تھا، آخر کمرے میں نہ ٹھکا گیا،

کر مٹی بن کر پڑا، اور اس طرح بے حس و حرکت گر پڑا گو یا اُس کے اعضا
بے حرکت تھے نہ صرٹ پیچہ و مانع بھی ساکن تھا! دماغ جو اس مست
پریشیت خیالات کا جولا نگاہ رہا تھا، اس وقت اپنے بن کسی خیال کو
جگم دینے سے انکار کر رہا تھا۔

جس اور جسم کی اس عطالت نے اُس پر اپنا جان بخش اثر کیا،
اور ٹھوڑی دیر میں وہ تازہ دم ہو کے اُٹھ بیٹھا۔ خالی کس سے بچھا جاتا
ہے پھر پاس کی میز سے ایک اخبار اُٹھا یا یہ مخزن تھا یوں ہی بغیر کسی
مقصد کے ورق الٹ رہا تھا کہ اُس کی نظر کو آخری صفحوں پر غزل کے
لفظ نے اپنی طرف مائل کیا۔

یہ نیرنگ کی ایک غزل تھی۔ مقطع تھا۔

پھر ہوئی ایلی و مخنون کی حکایت تازہ

اُن کا عالم وہی نیرنگ کا نقشہ ہو ہی

مقطع کو پڑھو گے اُس کی طبیعت بہت خوش ہوئی۔

پھر ہوئی ایلی و مخنون کی حکایت تازہ! خدا بھلا کرے تیرا نیرنگ!
اگر کسی شخص نے دنیا میں حقیقت کو بیان کیا ہے یا زیادہ صحیح یہ کہ کتمان

حقیقت سے گریز کیا ہے تو وہ نیزنگ ہے جَزَا اللہ خیدا الحزاء
 دوسرا مصرع میں نہیں کہتا کہ غلط ہوگا، ممکن ہے کہ نیزنگ کا نقشہ میرے
 ہی نقشہ کی طرح ہو، اس لیے مجھے اُن سے کوئی شکایت نہیں تھی تو
 صرف پہلے مصرع کے لیے اُن کا شکریہ ادا کر رہا ہوں۔

قدرا برچھپان بکھوڑے سے فانی ہو کر اب مرہم رکھنا چاہتی تھی
 در نہ کیا وجہ ہے کہ اس شعر نے نفیس کو خوش کیا۔

ٹھوڑی دیر میں قیس وہی سادہ قیس تھا اور اُسے پچھلے واقعات کا
 ذرا سا بھی علم نہ تھا۔

اب نفیس کی طبیعت اس قدر بدشاش تھی کہ اُس سے کمرے میں دین
 تھنا نہ بیٹھا گیا۔

نہالین کا سوسا پہاڑ کے ٹھیس بیٹا ہتھین بیکوٹیس باہر آیا اور مغرب
 تک ٹھیس کیلنار رہا۔

(۲۲)

مغرب کے بعد قیس ہوٹل میں داخل ہوا۔ آج کی رات یہاں ایک جلسہ
 تھا، اور قیس اُس میں منعقد تھا۔ ڈرائنگ روم روشنی سے جگمگا رہا تھا۔

لیڈیوں کی ریشمی گوون کی سرسراہٹ باریک و چدار تھون کی پرترن
آواز، دستی پنکھوں کا جلد جلد ہلنا، اور اس طرح اُن پرزیت چہرہ کو جو
نہایت کوششوں اور گھٹنوں کی عرق ریزی سے اس وقت کے لیے
آراستہ کیے گئے تھے، کبھی چھپا دینا، کبھی جھلک دکھا دینا، یا یوں کہنا
چاہئے کہ چاند دن کا جو کسی درخت کے تنچے سے دیکھے جاسے ہوں
کبھی تو بن چھپ جانا، کبھی ظاہر ہو جانا، سفید براق گردنوں پر تو
کے ہاروں کا چکنا، کسی خوش قسمت شخص سے ہاتھ ملاتے وقت برقی
روشنی کا، لیڈی کے ہاتھ کی انگوٹھی پر پڑنے کے دمکا دینا، کسی کو
سے برقی بیٹری کا گڑا، کسی صوفے سے نغمہ خندہ کا اٹھنا، ایک ایسا
دلچسپ منظر تھا کہ بہت سے لوگ جو اس ڈراما گارم میں تھے، بات
کر کے بھی غلغلہ انداز نہ ہونا چاہتے تھے، ایک جھپکا کے بھی اس نشہ
کو جسے وہ آنکھ کے ذریعہ سے پی رہے تھے، ایک لمحہ بھر کے لیے
بھی کم نہ کرنا چاہتے تھے بلکہ آرام کرسی یا کسی دھن پر سر کو ٹیکے اس
فردوس نگاہ جنت گوش میں جس حرکت پڑے تھے۔
وہ سانی تیریاں جنہیں لوگ غلطی سے غلطی سے نہیں طبیعت کے

پہنے سے "عورت" کے نام سے تعبیر کرتے ہیں متحرک تھین۔
 بھونرے۔ رات کا سیاہ لباس پہنے ہوئے مرد بھونرے ہی کے
 لقب کے مستحق ہیں۔ بھی متحرک تھے کہیں ایک بھونرے کے گرد
 دو تین تیز زبان تھین کہیں ایک عتیری کے چاروں طرف تین چار
 بھونرے جمع تھے۔

قیس اس بزم کے کنہیا تھے۔ سب کی آنکھیں ان پر پڑ رہی تھیں۔
 سب لیڈیوں کے لیے ان میں کشش تھی غیر ملک کے آدمی کی طرف
 ہر شخص مائل ہوتا ہے عرب وہ بھی نجد کا عرب کس کے لیے عجوبہ ہوگا
 ان کی طبیعت اس وقت خاص طور پر نشاط کشش تھی! نجد کا حال بیان
 کر رہے تھے لوگ سوالات کر رہے تھے وہ ان کا جواب دیتے تھے۔
 مگر ایک نوجوان ہیچہ نوزدہ سالہ سیاہ بگون والی سیاہ بالوں والی،
 لڑکی جو زرین تاجون یعنی سنہری بالوں۔ مذہب تیردن یعنی سنہری
 بگون والی لیڈیوں میں ایسی ہی عجیب معلوم ہوتی تھی جیسا ان مغربیوں
 میں قیس جیسا مشرقی، ایک غیر معلوم کشش سے قیس کو اپنی طرف
 کھینچ رہی تھی، اور خود قیس کی طرف کھینچی جا رہی تھی قیس کی باتوں میں

بیغایت دیکھی، اس لڑکی کے پُراشتیاق چہرے سے ظاہر ہو رہی
 تھی۔ کوئی اور سوال کرتا تو قیس جواب دیتے، اور ابھی طرح جواب دیتے،
 غیر تشکین کن بن جاب دینا تو اخلاق و نزاکت طبیعت کے خلاف تھا مگر
 کچھ بہت خوشی سے جواب نہ دیتے۔ لیکن اگر یہ لڑکی سوال کرتی۔ اور
 اور سوالیہ ذرا فرصت دیتے تو یہ سوالوں کی بوچھاڑ کر دیتی تھی۔ تو
 قیس اس طرح جواب دیتے گویا ان کی تمام روح، اُن کی تمام تاملیت
 خوش کرنے کی تمام قوتیں خواہش اس جواب میں گر جمی ہو گئی۔
 اور ان کو جواب دیتے وقت بھی، اُن کی نظر و زویدہ نظر، اُن سیاہ
 پلکوں۔ اُن چمکدار سیاہ تیلیوں اور نرم سیاہ بالوں ہی میں جسا کر
 بھنس جاتی تھی اور اس سے دل پس نہ آنا چاہتی تھی۔ اور اگرچہ اس
 اس کے جواب میں اس کو مخاطب کرتا ہوا تو پھر اُن کی نظروں میں گمراہ
 کمرے پھر میں کوئی اور ہوتا ہی نہ تھا۔ اور اُس لڑکی میں بھی ان گھنی سیاہ
 پلکوں اور سیاہ چمکدار تیلیوں اور نرم سیاہ بالوں کا قیس کے لیے کچھ
 ایسا سحر تھا، اور اُس کے دماغ پر ایسا اثر کرتا تھا کہ اُسے یہی چیزیں
 اُس کے سامنے تیرتی اُس کے دماغ میں چکر کھاتی معلوم ہوتی تھیں۔

لڑکی کا چہرہ نہایت دلکش تھا، لیکن تیس کے سطح و بلند پر اس کے
چہرے کا نقش نہین جم رہا تھا، بلکہ وہی گھنی سیاہ پگون سیاہ چلیون اولہ
سیاہ ریشمی بالون کا۔

ان میں اُس کے کچھ ایسی کشش تھی کہ اُسکی نظر سڑ سڑا کر
انہیں پر جمع ہو جاتی تھی، اور دوسری چیز دن پر چہرے پر رخساروں پر
پڑنے سے بھی لیا کرتی تھی۔

ایک طرف سے تجویز ہونی تیس کو اتنا ہوش نہ تھا کہ معلوم ہو کہ کس
تجویز پیش کی اور کیا تجویز تھی، صرف لوگ اُس کے پاس سے سہٹتے
نظر آتے کہ پیانو کا شغل کیا جائے۔ عورتیں اور مرد چانوس کے گرد
جمع ہو گئے، اُن کے پاس سے ٹھٹھیر چھٹ گئی۔

مگر تیس سحرانہ دہن بیٹھا رہا! اس کی آنکھوں میں وہی سیاہ
گھنی پلکین، وہی سیاہ ریشمی بال چھا رہے تھے، ہاں چہرہ ایک سفید
نقطہ کی طرح نظر آتا تھا۔ پیانو سے آواز بھلنی شروع ہوئی، اور عورتوں
کی باریک اور مردوں کی بھری ہوئی آوازیں پیانو کا ساتھ دینے لگیں
لیکن اُس کی آنکھوں میں وہی سیاہ گھنی پلکین، وہی سیاہ چمکدار تیلیاں،

وہی سیاہ ریشمی بال اس طرح چکر کھا رہے تھے جیسے شرب کے نشہ میں
سامنے کی چیزیں پھرتی اور دھندلی دھندلی نظر آتی ہیں۔

ان دھندلی دھندلی سیاہ چیزوں میں وہ سفید نقطہ جو اُسے اپنی نظر
اس قدر بال کیسے ہوئے تھا، بولتا نظر آیا، اور اُس کے کانوں میں
یہ آواز پہنچی۔

”مگر سسٹمیں! اپنے دہان کی عورتوں کا حال بیان نہ کیا، ان کا
حسن مغربی حسن سے ضرور سترق رکھتا ہو گا؟“

اس پر وہ چونکا، اور گویا عالم رویا سے عالم بیداری میں آیا۔ اُسے
اُسے معلوم ہوا کہ وہ لڑکی اُس کے پاس بیٹھی ہے، اور سوال کر رہی ہے
اُس کے گرد اور کوئی نہیں ہے۔

تیس نے اپنا ہاتھ اپنی آنکھوں پر پھیر کر گویا اپنے دماغ اور دماغ
کی ٹھیکوں کو اپنی اُملی حالت پر واپس لانے کی کوشش کر کے
جواب دیا:۔

”معاف کیجیے گا، میں ایک خیال میں چلا گیا تھا، مگر آپ یہاں
کیون بیٹھی ہیں آپ بھی کانے کا لطف اٹھائیے“

لڑکی نے جواب دیا "مجھے معاف کیجئے" اگر میں نے اس سوال سے آپ کے لطف میں خلل ڈالا مجھے خیال نہ تھا کہ آپ حالت استغراق میں ہیں۔
 "یہ معافی مانگنا تو دوطرفہ جاری رہیگا اس لیے اُسکے ختم کرنے کے لیے میں کہتا ہوں کہ میں نے معاف کیا۔ مگر حقیقت میں یہ تو فراموشی ہے کہ آپ اس وقت جبکہ پیانو آپ کو بکرا رہا ہے اور ہر شخص آپ کی آواز کی حلاوت سے متمتع ہو نیکا آرزو مند ہے میرے پاس بیٹھ کر کیوں آپ اپنا وقت ضائع کر رہی ہیں۔"

کہنے کو تو وہ کہ گیا، لیکن قیس دل میں خدا سے چاہ رہا تھا کہ وہ جہاں تھی وہاں سے نہ ہٹے۔ اُس کی اس دلی خواہش کو لڑکی کے اس جواب نے پورا کیا۔

"مجھے اسوقت نہ گانے نہ گانا سننے کی خواہش ہے میں خوش ہوں کہ اسوقت پیانو نے آپ کے پاس سے بھیڑ کو ہٹا لیا ہے کیونکہ اگر اس قدر آپ سے سوالات کرتے ہیں کہ مجھے کچھ پوچھنے نہیں دیتے۔ آپ بالکل انہیں کے حصہ میں آجاتے ہیں۔ مگر بٹے خوں ہے کہ میں آپ کے پیانو کا لطف اٹھانے میں ہارج ہو رہی ہوں۔"

”باہر آگے آئے، سننے میں آئے، دوسرے رہیں۔ میں اس وقت،
 نہ معلوم کیوں، پیا تو کیا، بھٹی سے بیزار ہوں، اور چاہتا ہوں کہ میرا
 خیال اس طرف نہ جائے، آپ پوچھئے میں خوشی سے آپ کے
 سوالات کا جواب دوں گا۔“

”میں یہی چاہتی تھی کہ سجد کی عورتوں کی کچھ کیفیت آپ بیان کریں
 ظاہر ہے کہ اپنے ہی مجنوں کے حالات میں زیادہ دلچسپی ہوگی۔ یہ
 بتائیے کہ وہ ان کی عورتوں کا اثر مردوں پر ہے یا نہیں، مثلاً اس
 معاملے میں ہمیشہ غریب کا مطعون رہا ہے۔ اگرچہ میں ان مجنوں کو بہت
 کچھ بے بنیاد سمجھتی ہوں تاہم آپ سے اس کے متعلق ایک جواب
 شافی سننا چاہتی ہوں، ان کے حسن، ان کے رنگ، ان کے خدخال
 کا بھی کچھ حال بیان کیجئے، بلکہ میرا سوال تو یہی تھا، آپ سجد کے حسن
 میں اور میں محض مثلاً کہتی ہوں یورپ یا غریب کے حسن میں کیا بالائتبار
 پاتے ہیں۔ شاید کیا غالباً حسن تو زمین کا آپ کی نظروں میں کھبتا ہوگا
 لیکن اس کھبتے کی وجہ بھی بیان کیجئے گا۔“

”میں نے ذرا مسکرائے، جواب دیا، آپ کے سوالات نہایت

دلچسپ ہیں، مگر سب ایک ہی دلعلمہ نہ پوچھ ڈالے۔ نجد میں عورتوں کا
 کیا اثر ہے اسکا حال تو آپ کو صرف تاس مثال سے معلوم ہو جائیگا۔
 جو آپ نے ضرور کہیں نہ کہیں پڑھی ہوگی، اگر آپ کو مشرقی لٹریچر بخوبی
 ہی کے ذریعے سے مل گیا ہے کہ نجد میں ایک مشہور شخص جو میرا
 ہمنام تھا، ایک عورت کے لیے دیوانہ ہو گیا، بطور ستکارہ کے
 لفظ دیوانہ استعمال نہیں کیا ہے بلکہ حقیقت میں وہ فائر لعل ہو گیا تھا۔
 چنانچہ آج تک کتابوں میں نظم میں نثر میں عورت عام میں وہ مجنون
 ہی کے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے جب تک زندہ رہا۔ اپنی محبوبہ لیلیٰ
 ہی کا نام لیتا رہا۔ اُسی کے خیال کی پرستش کرتا رہا۔ یہ واقعہ ہے،
 خیالی فسانہ نہیں، اس شخص نے وہ نام حاصل کیا کہ آج میں بھی اسکا
 ہمنام ہونے پر فخر کرتا ہوں پس لیلیٰ کا اثر مجنون پر نجد کی عورت کے
 نجد کے مرد پر اثر کا اعلیٰ نمونہ ہے، اس کی فتوحات کی سب سے بڑی
 یادگار ہے۔ خدا ہی کو معلوم ہے کہ اس لفظ لیلیٰ میں کچھ جادو ہے یا
 منیت میں یہ لکھا ہے کہ کسی دل پر سب سے زیادہ قابو پانے والی
 عورت نجد میں لیلیٰ ہی کہلائے گی، یا کیا۔ میں بھی دین آپ سے اعتراف

کرتا ہوں، مگر آپ اپنے تک ہی رکھیے گا، میں بھی سجد کی ظالم، ظالم
 کہوں، یا مہربان، کیونکہ اُس میں دو فون صفین پاتا ہوں، میں بھی سجد کی
 جس لڑکی کا اسیر ہوں، اُسکا نام بھی لیلیٰ ہے، اور کون کہہ سکتا ہے
 کہ کتنی لیلیاں کتنے قیسوں پر سجد میں ظلم کر رہی ہیں، بس یہ سمجھ لیجئے کہ سجد
 اس وقت تک لیلیاں سجد کی سٹی میں سجد کے قیس کی رگ و جان و
 رشتہ قلب ہو۔

پیانو کی اور پیانو کے ساتھ گانے والوں کی آوازیں اُٹھ رہی
 تھیں اور ادراچی ہو جو کراؤں طرست کو جا رہی تھیں، حبان سے موسیقی
 اُتر کے اس دنیا میں آئی ہے۔

مگر قیس اور اُس کی سیاہ آنکھوں والی، سیاہ پکوں والی، سیاہ ریشمی بالوں والی
 سامع کے لیے گویا کمرے میں خاموشی طاری تھی۔

ایسا سامع اور یہ مضمون! یہ معلوم ہوتا تھا کہ لڑکی نے ایک استاد
 فن کی چابکدستی سے اور کہاں ہے وہ لڑکی جو اس فن میں چابکدست
 نہیں، ماہرین قیس کے دل کے اُس تار کو چھیڑ دیا تھا، جس سے
 سب سے زیادہ رقیق، سب سے زیادہ دل دوز صدا نکلتی تھی، وہ

ذرا کی ذرا ٹھہرا، پھر اُس کے چہرے پر آنکھوں میں ایک ایسی چمک آگئی جو بتا رہی تھی کہ وہ عالم تصور میں جسمیں وہ اس وقت تھا، کسی نہایت دل خوش کن نظارے کو دیکھ رہا تھا۔

لڑکی نہایت شوق سے اس حالت کو دیکھ رہی تھی اور غل نہ ہونا چاہتی تھی، کیونکہ وہ سمجھتی تھی وہ دیکھ رہی تھی، عورت کا دل جہان محبت کے لیے آئینہ جم ہے۔ کہ قیس نجد اس وقت لیلے نجد کی زیارت کر رہا تھا۔ قیس اس عالم سے باہر آیا، اور معذرت خواہی کے لہجے میں کہنے لگا: آپ سیری ان بے موقع خاموشیوں کو خیال میں نہ لایا کریں، یہ میری عادت سی ہو گئی ہے کہ موقع بے موقع تصورات میں چلا جاتا ہوں، آپ حسن نجد، حسن نجد کے خدوخال کا حال بھی پوچھتی، یقیناً یہ مشکل سوال ہے، کیونکہ جواب میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ وہ ایسا نہیں ہوتا، ویسا نہیں ہوتا۔ کیسا ہوتا ہے؟ اس کے ظاہر کرنے کے لیے نمونہ کی ضرورت ہے، اور وہ بیان میرے پاس نہیں کہنا چاہتا تھا، مگر یہ غلط ہو سکا ہو ہو نمونہ نہ سہی تو بہت مشابہ نمونہ تو میرے پاس ہے، اب اگر اُسے ظاہر کر دن تو یقین نہ کیا جا دیکھا، اور اگر نہ کہوں تو اسے مطلب سے

تاصر رہوں گا۔

خیر جو کچھ ہو۔ وہاں کے صُن کا حال اگر آپ پوچھتی ہیں تو میں مختصراً یہ عرض کیے دیتا ہوں کہ حسن بخدا ایسا نہیں جیسا اس وقت یہاں اس کمرے میں مشغول فتنہ طرازی ہے۔ بخد کی دلیری اُس شکل میں ظاہر ہوتی ہے جو اجازت ہے تشبیہ دون ۹۔ "آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ جب میں نہایت بیباکی سے سُن رہی ہوں آپ نے اپنے قعرے کو نام چھوڑ دیا، بخد کی دلیری کس شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔" ۹۔

"جو اس وقت مشغول جرج ہے۔"

اس پر لڑکی کہیانی سی ہو گئی، اور کہنے لگی: "معلوم ہوا بخد کے مرد بھی ہمارے ملک کے مردوں کی طرح چا پوس ہیں خوشامری ہیں" میں پہلے ہی اس اعتراض کے وارد ہونے کا خوف کرتا تھا، اور

دہی ہوا۔ بہر حال اب میں واقعات کو لپیٹ تو نہیں سکتا۔

لڑکی کے اس جواب میں: "تو وہ کیا چیز ہے جو آپ کے جرج کرینو کے کو (بقول آپ کے) ایلی بخد سے مشابہہ کرتی ہے؟" کھینچا نہ پن تو تھا، مگر ایک خوشنودی کی ادائیگی مشاغل تھی۔

اس پر وہ جوش میں آگیا اور کہنے لگا، وہ، وہ زلزلت غنبریں
 وہ، وہ گیسوئے مشکین ہے جو میرے جارج اور لیلے بچہ میں مشترک
 ہے، وہ، وہ سیاہ تیرہن وہ، وہ سیاہ مگر روشن ستارہ ہے، وہ، وہ
 غیر قابل بیان دلکشی ہے جسے میرا سجدہ میں پلا ہوا دل محسوس کرتا ہے
 مگر الفاظ میں ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ
 میں وہاں کے حسن کو ترجیح کو دیتا ہی ہو چکا مگر اس ترجیح کی کوئی
 وجہ بھی بیان کروں۔ آپ ہوا ج بحر سے پوچھیے کہ چاند کی طرف
 کیوں کھینچتی ہیں آپ پروانوں سے۔ ان میری طرح ہو توں لداؤں
 پوچھیے کہ شمع پر آکر کیوں گرتے ہیں وہ آپ سولج کھی سے کہ پرستندہ
 آفتاب ہے سوال کیجئے کہ اُس نے آفتاب کو کیوں قبلہ بنا رکھا ہے
 جب یہ جواب دیکھیں گے تو شاید میں بھی جواب کی.....

آہ! آہ! تو بہ اُفت، اُفت یا اللہ تو یہ ہے.....

قیس بیکایک سو فار سے زمین پر گر پڑا، اُس کے ہاتھ پاؤں ایسے
 لگے، ڈراؤنگ دم میں کہ بزمِ طرب تھا، اک دم کھلبلی ہو گئی، سب اس کے
 گرد آکر جمع ہو گئے لیکن بیچارہ قیس بڑی تکلیف میں تھا، اُسکی رنگین

کھینچ رہی تھیں ہاتھ اینٹھ جاتے تھے۔ مجمع میں چند ڈاکٹر بھی تھے
اُن کی رائے تھی کہ مرگی کا دورہ ہے۔ بعضوں نے کہا کہ اختلاج قلب
کی علامتیں ہیں۔

دوا کے لیے لوگ دوڑے گئے کہ اتنے میں قیس کی حالت میں
بہتری ظاہر ہونے لگی اور تھوڑی دیر میں بغیر کسی دوا کے وہ خود بخود
اُٹھ کھڑا ہوا۔

لوگوں کے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ایسا دورہ اس سے قبل کبھی نہیں
پڑا تھا۔ جہاں تک اُسے یاد تھا یہ پہلی دفعہ تھی کہ اُس کی حیات ہوئی
بہر حال ڈاکٹروں کا ایک شورت کا جلسہ ہوا۔ سب نے مل کر
پانچ چھ طب کی ضخیم کتابوں میں ڈوبے ہوئے دے ہوئے ناغون
نے یہ فیصلہ کیا کہ مرگی کا دورہ تھا، اور اُسکے لیے علاج تجویز کر دیا۔

(۵)

”جناب ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار آج میں نے ایک ایسا عجیب
نظارہ دیکھا کہ اُسے آپ کے ناظرین تک پہنچانے بغیر نہیں رہ سکتا!
میں اتفاقاً آج دوپہر کو زوالہ کیل کا روڈ پر دماغی جومات باعزت نام

میں چڑیا خانہ کی طرف چلا گیا۔ دو پہر کا وقت تھا اور لاہور کی دھوپ
 شکل سے کوئی آدمی وہاں نظر آتا تھا۔ کہ اتنے میں میری نظر ایک شخص
 پر پڑی جس نے بے اختیار مجھے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ یہ ایک خوش
 جوان تھا۔ لباس تو وہی تھا جو آجکل کل ملاک ہندو کے لوگوں کا
 لباس ہے، مگر چہرہ اور خط و خال صاف بتا رہے تھے کہ ہندوستان کا
 آدمی نہیں ہے۔ اہالی یورپ کا بھی نقشہ نہ تھا، وہ کتھلی وہ شان
 بختر چہرے سے نمایاں نہ تھی۔ چہرہ پر ایک نگینہ لگا رہا تھا ہی اس کے
 ہلا کی سنات تھی، ایک شعریت تھی جو الفاظ میں نہیں آسکتی، ایک
 محزونیت تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ دل عین تحسنت کا آماجگاہ
 رہتا ہے میں نے جلد معلوم کر لیا کہ یہ شخص جو خوشحال اور بچے گھرانے کا
 اور اچھی تعلیم پائے ہوئے معلوم ہوتا تھا۔ عرب اور وہ بھی قبلہ مشرق
 کعبہ اُدا سبزین نجد کا عرب ہے۔ میری عربی دانی آج کام آگئی
 اور میں نے وہ کچھ دیکھا اور وہ کچھ سنا جو اب تک مجھے حیرت میں
 ڈالے ہوئے ہے اور میں خود شبہ کر رہا ہوں کہ آیا میری آنکھ
 نے غلطی تو نہیں کی اور میرے کاذب نے دھوکا تو نہیں کھایا۔ یہ

شخص با یان ہاتھ پتون کی جیب میں اور داسٹے ہاتھ کا انگوٹھا
 واسٹ کی جیب میں ڈالے اور باقی چار انگلیاں باہر نکالے
 ٹوپی پیچھے کو ڈالے، ایک لالہ بالیا نہ انداز سے اُدھر سے اُدھر
 سے اُدھر پھر ہاتھ رکھے، کبھی اُس کھڑے کے سامنے کھڑا ہوجاتا تھا،
 کبھی اس کھڑے کے اندر کے جانور دن یا پرند دن کو نسلوں کھڑا غور سے
 دیکھتا تھا، ایک دفعہ ایک پارک کے قریب جس کے گرد نار کھینچا ہوا
 تھا ٹھنک گیا۔ اس پارک میں جیسا آپ کو معلوم ہے ہرن اور اُن کے
 مختلف اقسام جمع ہیں اس خاص مجموعہ کے لیے لاہور کا باغِ حیات
 با اخصیص متنازع ہے، معلوم ہوتا تھا کہ یہ مجموعہ اس اجنبی کے لیے خاص
 دلکشی رکھتا تھا۔ کیونکہ میں نے دیکھا کہ وہ یہاں بڑی دیر تک کھڑا رہا۔
 دُھوپ کی وجہ سے ہرن دو درختوں کے سایے کے نیچے کھڑے
 تھے۔ لیکن وہ اُنھیں اپنی طرف جھانکنا چاہتا تھا، اُس نے اول تو ہر ہی
 دُوب جھانٹ کر اور اپنے ہاتھ میں لیکر اُن کو دکھائی، مگر پارک میں دُوب
 کی کمی نہ تھی، اس لیے وہ اُس کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ پھر وہ نوجوان اُن
 سے چلا گیا اور تھوڑی دیر میں واپس آیا۔ میں نے دیکھا کہ اُسے جیب میں

کچھ چنے اور جو غیر نکال کر ڈالے۔ اس دفعہ وہ کامیاب ہوا اور کچھ
ہرن اُس کی طرف آئے۔ یہاں تک تو کوئی تعجب کی بات نہ تھی
اکثر دیکھا گیا ہے کہ لڑکے اور عورتیں اور بڑے آدمی بھی جن جن حیوانات
سے دلچسپی ہے اور اس بے زبان مخلوق سے ہمدردی رکھتے ہیں
باغ حیوانات میں اگر انہیں کچھ کھلاتے ہیں۔ تعجب کی بات تو وہ تھی جسے
اب میں بیان کرتا ہوں۔ ان ہرنوں میں چند غزال عرب بھی تھے۔
غزال عرب جیسا سب جانتے ہیں۔ ہرن کی جنس میں سب سے زیادہ
حسین متناسب الاعضاء اور ہلکے بدن کا ہوتا ہے۔ یہ جاسکے پاس
آیا تو نوجوان نے ایک ڈانٹنگی سے اُسکے منہ کو پھڑکے اُنکی آنکھوں کو
چومنا شروع کر دیا۔

غزال ایسی عبت عادی نہ تھا، ادبہ کو شش کر کے اپنے تئیں
چھڑا کے ہوا میں چوڑی بھرتا اور اپنے خوبصورت پہلے کھردن کے
نشان زمین پر لگاتا، بھاگ گیا اور دُور جا کے کھڑا ہو کے ٹھہر کے
اُس کی طرف دیکھنے لگا۔

میں نے دیکھا کہ نوجوان کے چہرے پر محزونیت کے علامت زیادہ

گھرے ہو گئے، اور اُس نے خجکے سے ٹیکا لگا کے عربی زبان میں یہ کہنا شروع کیا۔

”معلوم ہوا، بس نجد میں ہی نہیں (اور اس فقرے سے میں سمجھا دہ نجدی ہے) بلکہ ہر جگہ یہ ٹھسے نفرت کرتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے ما اودی میں اُن کے بُرا چاہنے والوں میں تو ہوں نہیں، لاؤ اللہ مگر (اور یہاں اُس نے ایک شعر پڑھا جس کا اگر سرسری ترجمہ کیا جائے تو یہ ہو سکتا ہے):

خجک ایللی ساپن ہے ٹیکو سا رغرالون کا
چشت کے ناشیوہ ہو کچھ اچھی نکھون والون کا

سچا ہے اس لڑکی کے کہ میں اُسکی توجہات اور عنایات کا ممنون ہوں، بانی اور میں نے کسی ایللی چشتم کو اپنی طرت مائل اپنے اوپر رحیم نہ پایا اور مصیبت یہ ہے کہ میں ایک بے اختیارانہ بیٹا بے کشتش سے اُن کی طرت کھنچا جاتا ہوں۔ آہ ایللی! میں تیری پرستش کمان کمان اور کس کس چیز کو دیکھ کر کرتا ہوں، تجھے کچھ خبر بھی ہے؟ مگر تجھے کیا خبر درخبر ہونے کی ضرورت ہی کیا؟

یہ کہ کراؤں نے کوٹ کی جیب میں سے ایک رومال نکالا اور
 چہرہ پر رکھ لیا اور آہستہ آہستہ ان سے باہر چلا گیا اور میری نظروں سے
 غائب ہو گیا۔ اس نظارہ سے کون متاثر نہ ہوتا۔ میں متاثر ہوا مگر
 اس سے زیادہ تعجب۔ یہ معاملہ کیا تھا، قصہ کیا تھا و لیلیٰ ابجد میں
 صحیح سن رہا تھا، یا دواہمہ نے صورت میں اور نکال لیا پیدا کر دیا تھا مگر میں
 صحیح عرض کرتا ہوں کہ جب میں اس باغ میں گیا ہوں نہ میں بخدا کا
 خیال کر رہا تھا۔ اور نہ لیلیٰ کا نام میرے ذہن میں تھا۔ اس حیرت انگیز
 واقعہ کی توجیہ کرنے سے میں قاصر ہوں۔ آپ اور آپ کے مغز
 اخبار کے مشاہدہ ناظرین کی خدمت میں اس غرض سے پیش کرتا ہوں
 کہ اس کے متعلق اپنی رائے سے بذریعہ پیہ اخبار کے مطلع فرمائیں کیا
 یہ ممکن ہے کہ سیکرٹرون برس کے بعد اس سرزمین میں جب کا نام ہی
 ہم مشرقیوں کے دلوں میں دو زندہ جاوید عاشق و معشوق کی یاد زیادہ
 کر دیتا ہے کیا یہ ممکن ہے میں ڈر ڈر کے کہتا ہوں کیونکہ میں جانتا
 ہوں کہ میرے اس خیال پر لوگ میری ہنسی اڑائینگے۔ میں کہتا ہوں
 کیا یہ ممکن ہے کہ اس سرزمین میں جو اس عجیب و غریب ماسے کی

کاشا لگا رہی ہے، پھر وہ ایکٹر کڑے ہوئے ہوں۔

راحت ————— متحیر و متعجب

انتخاب از مجلہ اخبار روزہ ۲۰-۱ اپریل سنہ

۲۰-۱ اپریل سنہ عر کا متحیر و متعجب "شاید اس کی توجیہ نہ کر سکے مگر ہمارے ناظرین کو کسی قسم کی توجیہ کی ضرورت نہیں۔ وہ تمام واقعات سے کما حقہ واقف ہیں۔ صرف اتنا کہنا ہے کہ قیس دودن ہوئے، دلی سے اپنے وطن جانے کے ارادے سے روانہ ہو چکا تھا۔ دو ایک دن کے لیے لاہور بھی ٹھہر گیا، اور یوں ہی باغ حیوانات کی سیر کو چلا گیا تھا۔

باغ حیوانات سے متاثر و مخزون اپنی جائے قیام پر آیا تو اسے ایک دربار کو نیکرام ملا، جو دہلی ہوتا ہوا یہاں آیا تھا۔

اس عرصہ میں میری طبیعت پھر اچھی نہیں رہی، نقاہت بہت ہو گئی تھی، کل شب کو کوئی آٹھ یا نو بجے ڈاکٹر دن نے میرے ہاتھوں کو *Selectin balteng* (برقی بیٹری) لگائی اس وقت تو ہاتھوں میں

بہت ایشیٹھن ہوئی اور تکلیف پہونچی، مگر اب حالت بہت بہتر ہو گئی ہے۔
 ناظرین نے حساب لگا لیا ہو گا، یہ وہ رات تھی اور وہ وقت
 تھا جبکہ دہلی میں قیس سوفا پر سے گر پڑا تھا اور اُس کے ہاتھ ایشیٹھن
 لگے تھے۔

ڈاکٹر دن نے اس وقت مرگی تشخیص کی تھی، معلوم ہوا علم طب
 اس وقت ہمارے زمانہ ہی پہونچا، زیادہ ترقی کر گیا تھا۔

(۶)

ریل کا اسٹیشن تھا، اُس شہر کا جو اُس خصوصیت کے لحاظ سے
 دنیا میں یگانہ ہے کہ یہاں ملت احمد رہتی ہے اور خُدا سے واسطہ کی
 پرستش کرتی ہے، جہاں انسان خدا کو خدا مانتا ہو اور اُس کے
 پر عظمت پر بہت خیال کو سامنے رکھ کر خیال کو خیال کے سوا کسی
 اور چیز کو نہیں۔ اُس کے مقابل میں اپنے عاجز سر کو جھکاتا ہو، جہاں شک
 پہونچنے جسے ایک دفعہ دیکھنے کی آرزو دنیا کی آبادی کے ایک
 بڑے حصہ کو ہے؛ جسکے قریب پہونچنے کے امارت، امارت، حاجت
 و نعمت، علیت و مہالت، اپنے ظاہری لباسوں اپنے بیسرونی

رہنہاے پراوان کو علیحدہ کر کے ایک سفید ایک بے داغ،
 گویا اپنے تنہاے ولی (یعنی کاشاں کی طرح ہم بھی بے لوث
 بے داغ ہوتے) کو ظاہر کرنے والے لباس میں لبس ہو کر، عقیدت
 کے دولے اور جوش کے غلغلے کے ساتھ آگے بڑھتی ہے، یہاں
 میں نہیں کہتا کہ گناہ نہیں ہوتا، مگر جہاں ارتکاب گناہ کی نیت سے
 لوگ نہیں جاتے جس کی طرف خدا کو اپنے تئیں سوسپنہ والا دنیا کے
 کسی حصہ میں ہوا اعتراض نہ کرتا ہو، جہاں موعیدین کا قبلہ، مسلمان کا کعبہ
 ہے، جو صحت ہے، سکتا الہ دیرالچاز کے اس موقف پر قطار اگر ٹھہری
 دیرالموقف جلدی سے اپنے اس سے نکل کر انتظام و نگرانی
 کے لیے باہر آکر کھڑا ہوا، قطار کی گاڑیوں کی کھڑکیاں کھلتی شروع
 ہوئیں، اور ان میں سے عقیدت و اخلاص کے جوش میں متوالی اپنی
 منزل مقصود تک پہنچ جانے کی خوشی میں سرا سیمہ، دنیا کے ہر حصہ
 اور ہر زبان کے بولنے والی خلقت نکلنے لگی۔

اس خلقت کے هجوم میں ہمارا تئیں اور اسکا باپ بھی تھا۔
 ہندوستان سے واپسی پرفیس کی حالت میں کوئی بہتری ظاہر

نہیں ہوئی تھی۔ لوگوں کو توقع تھی۔ اور اس توقع میں اُسکا بجا رہا۔ ورنہ
 حیران دہریشان باپ بھی شریک تھا کہ ہندوستان سے واپس
 آنے پر وہ (قیس) لیلیٰ کا اس سرد گردیدہ نہ رہیگا۔ سفر اور غیر
 ممالک کے مناظر اس کو نئی لہنگیاں دکھائیں گے نئی دھپیاں
 سوچھائیں گے اور وہ لیلیٰ کے نام کی اس قدر رٹ نہ لگائے گا۔ (قیس کے
 حصول ملام کی جہانتک اُس کے شفیق باپ سے ہو سکتا تھا اُسے
 کوشش کی تھی۔ مگر لیلے کا مغرور دولت اور عالی خاندانی کے
 نشہ میں سردار خاندان ان کوششوں کو نہایت حقارت سے
 رد کر چکا تھا۔)

اُس کا باپ سمجھتا تھا کہ وہ اس سرد گردیدہ نہ رہیگا، مگر ہوا کیا؟
 جتنے دن وہ واپس آیا تو ایک ایسے انسان کی طرح جو بہت نون تک
 بھوکا رکھا گیا ہو، اور پھر اُس کے سامنے عمدہ کھا پیمیش کیا جائے
 نناج کی طرح سے بے پروائی کے ساتھ اُس نے لیلیٰ سے ملنے
 کی کوشش کرنی شروع کی۔

جب اُس کے خطوط پے در پے وہاں سے واپس آنے لگے تو

اس نے "العصر" قسم میں جو بچہ کا سب سے بڑا اخبار تھا ایلی کے لیے خطوط چھپوانے شروع کر دیے، وہ اپنی بیٹا بی اور بے صبری کو نہایت پرورد الفاظ میں ظاہر کرتا تھا۔

ل۔ کو (ابھی اس میں اتنی عقل تھی کہ ایلی کا نام درج نہیں کرتا تھا)۔

تھارے قد بون تا کہ میری جبین کا ہو چننا عبا، تھارے حضور
تا کہ میرے سر پر باد نامے بھی نہیں ہو پختے، انہیں ہو پختے یہ جاتے۔
تھارے جو وہ ایک مار کو نیکرام تھکے لمے ہیں انھوں نے شہر اسکی
ہمت لائی ہے کہ میں تم سے تھاری توجہات کی دوست و ابعا کی التجا
کروں، مگر عرصے سے وہ بھی بند ہیں، کیا ایک ملک ایک شہر میں ہر
میں خیریت مزاج کی خوشخبری سے بھی محروم رہوں گا، آہ بچہ میں رحم نہیں
رہا، بچہ میں شاید تو مگر تھارے خاندان میں نہیں۔

ن
کچھ یہی ہوتا آیا ہے کہ محبت میں لوگ سمجھتے ہیں کہ باقی دنیا کی آنکھیں
انہیں، اور کوئی ان کے راز کو نہیں جانتا، انکی کیفیت کو دیکھ نہیں سکتا۔

۱۰ بچہ کا سب سے بڑا شہر۔

چنانچہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ کوئی اس اشتہار کے (سولے لیلیٰ کے) معنی نہ سمجھ سکا۔
 نہ کسی کو یہ پتہ چلیگا کہ کیسی طرف سے ہے اور کیسے لے ہے۔

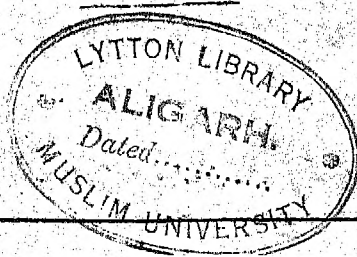
مگر ان اشتہاروں نے اسکی اور اُسکے ساتھ لیلیٰ کے خاندان کی خوب
 شہرت کی، اودہ ظاہر ہے کہ ان کو پڑھ پڑھ کے آگ بگولا ہو گئے۔ اور
 انھوں نے "العصر" پر ازالہ حقیقت عرفی کے دائرہ کرنے کا تہیہ
 کر لیا۔ لیکن لوگوں نے بیچ میں پڑ کر مصالحت کر دی، ایڑ پڑنے نہایت بجا جت
 سے معذرت خواہی کی اور اس بات کا یقین دلایا کہ آئندہ سے اس قسم
 کے اشتہار کسی صورت میں نہ چھپینگے۔

یہ حالتیں دیکھ کر اُس کا والد حیران تھا اور اُسے کوئی ترکیب نظر نہ آتی
 تھی۔ لیلیٰ کا خاندان اپنی طرف سے اڑا ہوا اُدھر قیس کی یہ کیفیت، پیارہ
 اپنے تئیں ایک بڑی مصیبت میں مبتلا پاتا تھا۔ آخر اُس نے مذہب
 کی طرف رجوع کی اور اس امید پر کہ وہاں ہونچ کر قیس رو بہ راہ ہو گا، اور
 وہاں اُسکے صلح مزاج کی دعا قبول ہو گی، وہ اپنے دنیا کی نظریں
 دیوانے بٹھے کو لے کر منکھ آیا۔

وہاں آیا جہاں ہر شخص اپنی عزت و تہمتیں تنالیکر آتا ہے، جس در کے

سانے جس جہت کے سچے سب سے زیادہ صمیمی نسبت زیادہ
 دلی دعائیں مانگی جاتی ہیں، یا زیادہ صحیح یہ کہ ہر جگہ سے زیادہ قوی
 امید اجابت کے ساتھ سخت سداہی کی طرف جاتی ہیں (ورنہ صمیمیت
 تو دنیا کے ہر گوشہ میں فریادِ طلب کر رہی ہے، وہاں وہ اُسے پکڑ ہو چکا
 خود خضوع و خشوع سے دعا مانگی اور قیاس سے بھی کہا کہ اپنی قابلِ رحم حالت
 سے نجات پانے کے لیے دست دعا اٹھائیے۔

اور قیاس نے دست دعا اٹھائے، اور اتہا سے صمیمیتِ غایت
 تضرع سے احماقِ دل سے نکلنے والی صدا سے دعا مانگی۔ مگر کیا؟
 وہی جو اُس نے سیکڑ دن برس پہلے مانگی تھی اور جو ہر قیاسِ طبیعت
 چاہے وہ کہیں ہوا اور کسی زمانے میں ہوا سنگے گا۔
 میں جس مصیبت مبتلا ہوں خدا کرے وہ کبھی نہ کم ہو۔



دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ اربابِ وقت کی ولی خواہش کے مطابق جملہ کتابیں فراہم ہو جاتی
 ہیں تاہم اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہماری کوششیں ایک جذبہٴ روبرو میں اور دوسرا
 اور ہر نعمات کے باوجود اکثر پیشکشیں مقبول اور مستند کتابیں الساطہ
 بلکہ اچھستی کے ذخیرہ میں ہر وقت موجود رہتی ہیں یا اس کے دقت سے فراہم کر دی
 جاتی ہیں نثر اردو کے عناصرِ رعبہ (جن کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے) کے علاوہ تراجم
 مولانا ذکا الدین حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی - مولانا عبدالحکیم فیضی صاحب
 اڈیشہ اور دیگر بیحد رتن تھہرنا - نواب محسن الملک - مولوی چراغ علی - مولوی عبدالحق
 مولانا اشرفی - خلیفہ محمد حسین - مولانا اسلم جہاںپوری - منشی جلال الدین مولوی
 سید علی بلگرامی - مسٹر سید محمود - مولوی عبداللہ عادی - حکیم محمد علیخان اڈیشہ - مولوی
 نظامی ڈاکٹر اقبال - مولوی عزیز انوار - خواجہ غلام حسین - حافظ عبدالحق - مولوی
 بشیر الدین - مولوی نثار عالم - مولوی مفتی قیام الحق - حضرت سید فتح علی - مولانا زکریا
 مولانا حامد علی صدیقی - جناب شوق قدوائی - مرزا محمد بادی - مولانا حضرت شہاب الدین بادی
 مولانا سید سلیمان ندوی - مسٹر ظفر عمر - مولوی ظفر علیخان - منشی پریم چند - مولانا ایم ایچ
 مسٹر سلطان جید جوش - حضرت ارشد تھانوی - ہمارے پرکاش دلو - مولوی رشید
 انصاری - شیخ منیر حسین - وانی وغیرہ کی تقریباً مکمل تصانیف آپ کو ایک گارڈ کلب سے نظر
 کر دی جاسکتی ہیں - لہذا جملہ ہی خواہاں اردو شائقین کتب کو صلاح ہے صاحبِ کتاب
 ہو کہ آئندہ اردو کی جو کتاب ان کو درکار ہو اس کے لیے فوراً آج سے پاس فرمائیں
 بھیجیں کوئی کتاب موجود نہ ہوگی تب بھی منگا کر روانہ کیا جائیگی -
 نوٹ - وقتاً فوقتاً نئی فہرستیں شائع کرتے اور اخبارات میں اشتہار دیتے رہتے
 ہیں - نیز المناظر، کے شریک برسرِ مہینے نئی فہرستیں شائع ہوتی ہیں جو صاحبِ چاپ
 دیکھیں اور ضرورت جانیں تو فہرست منگا لیں -
 خاکسار ظفر الملک مولوی اڈیشہ انداز کتب

سید سجاد حیدر صاحب کی دوسری کتابیں

خیالستان - سید سجاد حیدر صاحب نے ترکی زبان سے واقف ہونیکے بعد اردو زبان میں ایک عجیب و غریب انداز تحریر کی بنیاد ڈالی اور ترکی علم ادب کا رنگ اپنی زبان میں پیدا کر دیا۔

یہ اون کے چودہ مضامین کا مجموعہ ہے جو وقتاً فوقتاً لکھے گئے اور شائع ہوئے۔ اور اون کی انشا پر دائی کا بہترین مترجمین کتاب شایع ہوئی۔
دیکھنے کی سے چھپی ہو۔

قیمت قسم اول مجلد باتصویر سے

قسم دوم (بے جلد) ع

زہرا - ایک ترکی ناول کا ترجمہ جس کے مطالعہ سے ترکی طرز تحریر اور ترکوں کی معاشرت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ قیمت ۱۳

ثالث بالخیبر - یہ بھی ایک ترکی ناول کا ترجمہ ہے ترکوں کی فسانہ نگاری خاص طور پر دلکش ہے۔ مترجم کی جھڑا زون نے اس کی دلکشی میں اور اضافہ کر دیا ہے قیمت ۸

مرزا بیویا - سجاد حیدر صاحب کی ایک دلچسپ نظم جو زبانہ طالعہ علی گڑھ میں کہی گئی تھی اور بہت مقبول ہوئی۔ قیمت ۱

ملنے کا پتہ - الناظر یک جنبی لکھنؤ

